علم و عشق

ڈاکٹر سید محمد یوسف

علم و عشق کے موضوع کو اقبال کے فلسفہ و شعر میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے ۔ اس کی وجہ ظاہر ہے : قوموں کے عروج و زوال میں علم و عشق کی آمیزش و آویزش ایک بنیادی عنصر کی حیثیت رکھتی ہے ۔ عصر جدید میں مشرق و مغرب کی کشمکش نے اس موضوع کو ابھار کر اس میں تقاضائے وقت کی شان پیدا کردی ہے ۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس ذیل میں اقبال برابر مشرق و مغرب کا مقابلہ کرتے جاتے ہیں ۔ اقبال کی دور رس نگاہوں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا :

''کہ در حرم خطرے از بغاوت خرد است'' (۱)

اقبال ایک عالمانہ اور فلسفیانہ ذہن رکھتے تھے اور انہوں نے اپنے خیالات میں تبدیلی اور ارتقاء کو کبھی چھپانے کی کوشش نہیں کی ۔ جو اس حقیقت کو بھول جاتے ہیں وہ اقبال کے یہاں تضاد سے گھبراتے ہیں اور تاویل و توافق کی غیر ضروری کوششوں سے فقہاء و متکلمین کو مات دیتے ہیں ۔ اس کی ایک بین مثال یہ ہے کہ اقبال اپنے ایک خطبہ میں ترکی کے انقلاب کا خیر مقدم کرتے ہیں اور محض جمود ٹوٹنے سے بڑی بڑی امیدیں باندھتے ہیں (۲) لیکن وقت گذرنے پر جب نتائج سامنے آتے ہیں تو مایوسی کے عالم میں اپنے تئیں یوں کہنے پر مجبور پاتے ہیں :

خرد را با دل خود ہم سفر کن　　یکے بر ملت ترکاں نظر کن
بہ تقلید فرنگ از خود رمیدند　　میان ملک و دیں ربطے ندیدند (۳)

اسی مایوسی کا اظہار اس شعر میں بھی ملتا ہے :

سمجھ رہے ہیں وہ یورپ کو ہم جوار اپنا
ستارے جن کے نشیمن سے ہیں زیادہ قریب (۴)

مشرق کی ابھرتی ہوئی قوموں کو نری عقل پرستی کے خطرہ سے آگاہ و خبردار کرنا ہے اسی لئے اقبال عقل کی تنقید بڑے ہی اونچے سروں میں کرتے ہیں حالانکہ ان کا حقیقی مقصد عقل کی تنقیص نہیں بلکہ عشق کی قدر و قیمت کی نشاندھی کرنا ہے ۔

ایک توانا و پرکار زندگی میں علم و عشق کا کیا مقام ہے، اس کو اگر اقبال کے ایک بیت میں تلاش کرنا ہو تو میرا خیال ہے کہ کمال ایجاز اور ندرت بیان کے لحاظ سے یہ بیت لاثانی ہے :

بے زور سیل کشتیٔ آدم نمی رود هر دل هزار عربده دارد به ناخدائے (۵)

علم و عشق کا مقام سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم "زندگی کو سمجھیں۔ زندگی کیا ہے؟ زندگی وہ نہیں جسے حیاتیات میں حرکت قلب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ارتقاء کائنات میں سب سے اہم مظہر اور تقویم انسانی کا اصل جوہر 'نفس' ہے۔ نفس کی زندگی عبارت ہے مدعا سے، تمناؤں اور آرزوؤں سے (۶) انہی آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل پر جو فطرت انسانی سے دمادم پیہم پھوٹ ابلتی رہتی ہیں، اقبال کے فلسفہ خودی کی بنیاد ہے۔ بچہ کو دیکھئے، وہ سراپا مدعا و آرزو ہر لحظہ حفظ ذات اور تکمیل ذات میں بے محابا رواں دواں نظر آئے گا۔ 'طفلک نا آشنا کی کوشش گفتار' اور اسی قسم کی دوسری ادائیں بڑوں کے لئے کیوں موجب انبساط ہوتی ہیں اور بالیدگی روح کا سامان بنتی ہیں؟ ہم اپنی فطرت کو بچے کے آئینے میں دیکھتے ہیں۔ اگر صرف اتنا ہو کہ دیکھنے پہچاننے کے بعد اس کو تقویت دیں اور خوش سے خوشتر اور حسین سے حسین تر کو مقصود نظر بنائے جائیں تو زندگی کا شبدیز صرصر بن جائے :

مدعا گردد اگر مہمیز ما همچو صرصر می رود شبدیز ما
مدعا راز بقائے زندگی جمع سیماب قوائے زندگی
ناخدائیم روی از ساحل است اختیار جاده ما از منزل است (۷)

اقبال ارتقائے حیات میں مدعا کی اولیت اور اہمیت کے قائل ہیں۔ خالق نے انسان میں دو قوتیں ودیعت کی ہیں : ایک وہ جو مقاصد کی تخلیق کرتی ہے۔ دوسری وہ جو مقاصد کی تکمیل کے لئے اسباب کی تدبیر کرتی ہے اور اسباب کی تدبیر مادی دنیا میں تحقیق کے سہارے ہوتی ہے۔ پہلے ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں قوتوں کی بابت اقبال کیا کہتے ہیں، ان میں کیونکر تفریق کرتے ہیں اور ان کی کیا جداگانہ خصوصیتیں بتاتے ہیں۔ اس کے بعد ہم یہ دیکھیں گے کہ ان دونوں کا باہمی رشتہ اور زندگی میں کیا مقام ہے۔

ایک بات یہ ملحوظ رہے کہ اقبال کے یہاں مترادف اصطلاحوں کی کثرت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اقبال کے سامنے اردو، فارسی، عربی ادب کا ایک رنگا رنگ چمن کھلا تھا، اس میں سے انہوں نے بڑی آزادی کے ساتھ گل چینی

کی ہے ۔ خود عربی زبان میں مترادف الفاظ کی کثرت کی یہی وجہ بتائی جاتی ہے کہ مختلف قبائل کے اختلاط سے ایک معیاری ادبی زبان وجود میں آئی، اسلئے ایک ہی چیز کے بہت سے نام رائج ہوگئے ۔ ہاں تو اقبال کے یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ

عشق، دل، نظر، ذکر، کلیمی، جنون، محبت، تپش، مدعا، آرزو، تمنا، شوق، سرور، سوز، مستی، شورش پنہاں، فغاں، حیرانی، تب و تاب سب مترادف اصطلاحیں ہیں ۔

عشق کا کام 'تخلیق،، (۸) ہے ۔ مقصد اور منزل کی تخلیق ۔ اس تخلیق کا سرچشمہ ''دانش نورانی،، (۹) ہے ۔ اس کا عمل ویسا ہی ہوتا ہے جیسا غم جاناں کا ۔ ایک تجلی حسن یکایک متاع ہوش لوٹ لیتی ہے ۔ خرمن دل کے خاکستر ہونے میں فرصت کشمکش نہیں ہوتی ۔ 'اندیشہ سود و زیاں، کھو کر 'سراپا حضور، 'تماشائے ذات، (۱۰) کی دولت ہاتھ آتی ہے ۔ عشق مسلمان (۱۱) ہے، سراپا یقین ہے اور یقین ایک سیل ہے جو بیم و شک کے خس و خاشاک کو نہایت بے پروائی کے ساتھ بہائے لئے جاتا ہے ۔ عشق بے پروا ہے اسی لئے محبت زمانہ ساز نہیں (۱۲) ۔ اس کی امتیازی خصوصیت جرأت ہے خس کا مظہر کلیم اللهی ہے جرأت مستلزم ہے سرعت کو ۔ دل سریع السیر ہے (۱۳) آوارۂ راہ ہے (۱۴) ۔ اس کی سیر میں تدریج نہیں (۱۵) ۔ سکون نا آشنا ہے : اس کی شریعت میں عشرت منزل، لذت ساحل حرام ہے (۱۰) ۔ یہ جہان میں دیکھ بھال کر ایک ایک قدم نہیں چلتا بلکہ ایک چھلانگ میں لامکاں پر شبخون مارتا ہے (۱۶) ۔ ٹکڑے ٹکڑے پہاڑ نہیں کاٹتا بلکہ پورا پہاڑ ایک دم سے سر پر اٹھا لیتا ہے ۔ یہ مقصد پر یقین، یہ 'سوز جگر، (۱۷) اسی کا نام زندگی ہے اور یہی عمل کا سرچشمہ ہے :

عمل خواہی یقیں را پختہ تر کن (۱۸)

عمل کا محرک یقین اور یقین فتح باب (۱۰)

عشق ہی کے بطن سے عقل پیدا ہوتی ہے (۱۹) علم، خرد، حکمت، فکر، حکیمی، اندیشہ، دانش، خبر، سب عقل کی مترادف اصطلاحیں ہیں ۔ عقل کا کام تخلیق نہیں 'تحقیق، (۲۰) ہے ۔ یہ زمین فرسا ہے (۲۱)، کائنات کا ورق ورق الٹتی ہے مگر تمام صفات سے آگے نہیں بڑھتی (۲۲) ۔ یہ زناری ہے ۔ زمان و مکان کی زناری (۲۳) ۔ یقین کے بجائے ظن و تخمین اس کا حاصل ہے (۲۴)،

بیم و شک اس کا سرمایہ (۲۵) ہے۔ غلط سیر(۲۶) ہے۔ ہر کام بے اعتمادی کے سہارے آگے بڑھتی ہے۔ جو کچھ تراشتی ہے خود اسے توڑ پھوڑ ڈالتی ہے اور از سر نو تراشتی ہے۔ ''زماں زماں شکند آنچہ می تراشد عقل،(۲۷)۔ اس کو تنقید سے فرصت نہیں(۲۸)۔ سراپا حجاب ہے، اس کا انجام بے حضوری(۲۹) ہے، اس کے پاس خبر کے سوا کچھ نہیں (۳۰)۔ ہمیشہ مقام اعراف میں رہتی ہے (۳۱)۔ جرأت رندانہ سے محروم ہے۔ زیاں اندیش (۳۲)، مصلحت اندیش (۳۳) ہے۔ چالاکی، زیرکی، مکاری، روباہی سے کام لیتی ہے۔ ''عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے،،(۳۴)۔ ہزار حیلہ، بہانہ جو، فسوں پیشہ ہے(۳۵)، بالتدریج ہولے ہولے ایک ایک قدم رکھتی ہے(۳۶)۔

لیکن 'عقل تاویلی،(۳۷) اور 'دانش برہانی، (۳۸) کو کوئی کم نہ سمجھے۔ عقل بلند دست (۳۹) ہے، ذوفنون ہے(۴۰)، گرہ کشا (۴۱) ہے، جہان دارو گیر کی حد تک کلاں کار(۴۲) ہے۔ فکر سے زمان و مکان کی پیمائش کرتی ہے (۴۳)، مہ و پروین کا شکار کھیلتی (۴۴) ہے۔ ندرت کوش (۴۵) و گردوں تاز(۴۶) ہے۔ جہاں اپنی ساری وسعتوں اور پہنائیوں کے ساتھ اس کے شبخون کی زد میں ہے(۴۷)۔ ہاں اتنا یاد رہے کہ عقل جز پرست (۴۸) ہے۔ ایک حقیقت کو بحیثیت کل نہیں دیکھتی بلکہ اپنی دارو گیر سے ایک ہزار کر ڈالتی ہے(۴۹):

''نگیرد شعلہ و چیند شرر ہا،، (۵۰)

یہ تو کہنے کی ضرورت نہیں کہ اتنی زبردست قوت سے ڈرنا اور کام نہ لینا معرکۂ کائنات سے کنارہ کش ہونے کے مترادف ہے، دیکھنا صرف یہ ہے کہ اقبال حیات انسانی کی کشمکش اور ارتقا میں اس کا صحیح مقام کیا بتاتے ہیں:

پہلی بات تو وہی ہے کہ عشق اصل زندگانی ہے:

''از عشق ہویدا شد ایں نکتہ کہ ہستم من،،(۵۱)

آرزو ہی زندگی کی اساس ہے(۵۲)، آرزو ہی آب و گل کو آدم بناتی ہے(۵۳)، یہی نہیں کہ انسانی زندگی عبارت ہے طغیان مشتاق (۵۴) سے بلکہ

''عشق آئین حیات عالم است،،(۵۵)

کائنات کے ذرہ ذرہ میں خالق کے منشا کی تکمیل کا جو پیہم تقاضا اور اندرونی

حرکت اور جذب کی قوت پائی جاتی ہے وہ عشق ہی تو ہے۔ انسان کے اندر بھی ایک چشمہ زمزم (۵۶) ہے جس میں سے خالق کے ودیعت کئے ہوئے تقاضے پیہم ابلتے رہتے ہیں۔ یہ تقاضے، یہ آرزوئیں روح القدس (۵۷) طرح بلند بال اور پاکیزہ ہوتی ہیں۔ اگر انسان کی زندگی بھی فطرت کے عمل کی طرح ایک صراط مستقیم پر چلے تو اسی زمزم کے بہاؤ سے وہ برق رو پیدا ہوتی ہے جو ساری کائنات کو گرما دیتی ہے اور ساری دنیا کو سنور کر دیتی ہے۔ نیز علم و تحقیق کی وہ قوتیں جو سادی دنیا میں عمل کرتی ہیں اسی عشق سے بیدار ہوتی ہیں اور بروئے کار آتی ہیں: عقل عشق کے بطن سے پیدا ہوتی ہے لیکن قوموں کی زندگی میں سب سے کٹھن منزل یہ ہوتی ہے کہ عقل کی بے پناہ قوتوں کو ابھارنے کے بعد انہیں قابو میں رکھا جائے بایں طور کہ عشق امام ہو اور عقل اس کی غلام(۵۸)۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ فکر آب و گل میں الجھی رہتی ہے(۵۹)، زنجیری امروز و دوش (۶۰) ہے، پرستار بتان چشم و گوش ہے(۶۱)، اسباب و علل کے پیچاک میں گرفتار رہتی ہے(۶۲)۔ بڑا خطرہ اس بات کا رہتا ہے کہ اسے صحبت گل پسند آئے (۶۳) اور 'وامانده راه، (۶۴) ہو جائے۔ جب ایسی صورت پیش ہو کہ عقل غلام رہنے کے بجائے انسان کو غلام بنالے تو وہ عشق کی خدمت کے بجائے 'ہوس، کی پرورش کرنے لگتی ہے (۶۵)۔ ہوس کیا ہے؟ ہوس وہ چھوٹے اور کھوٹے مطامع ہیں جو ایک پٹری سے اتری ہوئی عقل ہمارے سامنے رکھتی ہے، اور ان مطامع سے اس خلا کو پر کرتی ہے جو عشق کے دب جانے اور معدوم ہو جانے سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ ہوس طینت میں فرومایہ ہے، اس سے صرف پرواز مگس ممکن (۶۶) ہے۔ ہوس نتیجہ ہے عقل کی خود بینی کا۔ اور خود بینی اس کو کہتے ہیں کہ انسان اپنی خود غرضی اور مفاد پرستی کا بندہ بن جائے اور دوسروں کی بہبود اور فلاح عام سے بے نیاز ہو جائے(۶۷)۔ مغرب کا تصور قومیت اور اس کی ساری سیاست اور تجارت اسی خود بینی پر مبنی ہے۔ مغرب میں دانش ہے مگر ادب معدوم۔ ادب سکھانے والا عشق ہے(۶۸)۔ عشق عقل کو دور نہیں بھگاتا، نہ ہی اس کو ضعیف اور بیکار بناتا ہے، بلکہ اسے ادب خوردۂ دل بناتا ہے اس کو صحیح راستہ پر لگا دیتا ہے، جس راستہ پر چل کر وہ 'خودبین، کے بجائے 'جہاں بین، (۶۹) بن جاتی ہے۔ یہ وہ منزل ہے جہاں پہنچ کر خرد دل کی نگہ سے دیکھنے لگتی (۷۰) ہے۔ اسی کو ایک جگہ اقبال نے توحید سے تعبیر کیا ہے۔ توحید یہی ہے کہ انسان صرف اپنی ذات پر نظر نہ رکھے بلکہ ساری کائنات کو ایک نظر میں سمیٹ کر اپنی ذات میں جذب کرلے۔ اس توحید سے عقل کا کام بنتا اور سنورتا ہے۔ بگڑتا نہیں:

''بے بہ منزل برد از توحید عقل،، (۷۱)

عقل تو عقل دین بھی عشق زاد ہے۔ دین ایک تقاضا ہے۔ ایک آرزو ہے۔ ایک مدعا ہے فطرت انسانی کا۔ شریعت کا نظام — عبادات اور اخلاق۔ سب اس مدعا کی تکمیل و تہذیب کے لئے ہیں۔ اس کے بغیر:

''عقل مہجوری و دیں مجبوری است،، (۷۲)

جس طرح عقل مادی مظاہر میں الجھ کر رہ جاتی ہے اسی طرح دین کو ہمیشہ یہ خطرہ رہتا ہے کہ وہ ظواہر رسوم و عادات میں اٹک کر نہ رہ جائے جیسا کہ مدرسہ، مکتب اور خانقاہ میں نظر آتا ہے۔

''عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات،، (۷۳)

چنانچہ اقبال اکثر عشق کے مقابلہ میں عقل و دانش کے ساتھ دین کو بھی شامل کرتے ہیں:

''متاع عقل و دیں با دیگراں بخش،، (۷۴)

اقبال ادب و دانش کا بھی مقابلہ کرتے ہیں۔ عالمگیر توحیدی مقاصد کے عشق سے جو دلبرانہ انداز مرتب ہوتے ہیں ان کا نام ہے ادب۔ جو ادب سے عاری ہو اس کی دانش ویسی ہی بھونڈی اور باعث آزار ہوتی ہے جیسے ایک تونگر کی رعونت۔

ادب پیرایۂ نادان و دانا است	خوش آں کو از ادب خود را بیاراست
ندارم آں مسلماں زادہ را دوست	کہ دردانش فزود و درادب کاست (۷۵)

یہ امر مزید وضاحت چاہتا ہے کہ عشق کے لئے تخلیقی اور ایجابی عمل لازمی ہے۔ جس طرح عقل کی بد اطواری گوارا نہیں اسی طرح عشق کی بے شعوری اور بے ہوشی بھی حد درجہ مایوس کن ہے۔ جس طرح علم و فن کا مقصود آگہی نہیں (۷۶) اسی طرح عشق کا مقصود تاریک سرمستی و حیرت نہیں (۷۷)۔ یہ صرف اک دانائے راز ہی بتا سکتا ہے کہ ''اک جنوں ہے کہ باشعور بھی ہے،، (۷۸) سچا عشق وہ ہے جو ''کہ سکھا سکے خود کو رہ و رسم کار سازی،، (۷۹) اس میں شک نہیں کہ عشق کی سب سے نمایاں خصوصیت جرأت رندانہ ہے جس کی بدولت کبھی عریاں و بے تیغ و سناں میدان میں آنے سے دریغ نہیں کرتا لیکن زرہ پوشی سے غافل بھی نہیں ہوتا (۸۰)۔ آرزومندی

انسان کو دنیا سے بے خبر نہیں بلکہ ''عالم کیف و کم عالم،، بتاتی ہے (۸۱)

'' کہ عشق جوہر ہوش است و جان فرہنگ است،،(۸۲)

کہنے کو اقبال کہہ دیتے ہیں کہ ''شرقیاں را عشق راز کائنات،، (۸۳) لیکن حقیقت یہ ہے کہ مشرق میں عشق خوار ہے، کوچہ جاناں میں آبرو برباد ہے۔(۸۴) کاش اہل مشرق جان لیتے کہ

''عشق ہرزہ گرد صحرا نیست،، (۸۵)

عزلت پسندی اور گوشہ نشینی عشق کا مآل نہیں، تعمیری مقاصد جو توحیدی وجدان پر مبنی ہوں جلوت کے لئے بے تاب ہوئے ہیں:

ہجوم مدرسہ بھی سازگار ہے اس کو
کہ اس کے واسطے لازم نہیں ہے ویرانہ (۸۶)

خلوت و جلوت کا مسئلہ مشرق کی دکھتی رگ ہے۔اس پر اقبال نے بڑا زور صرف کیا ہے۔میں شاید یہ کہنے میں حق بجانب ہونگا کہ تخلیقی نشاط اور عشق اور بے عمل خود فراموشی اور اضمحلال کے فرق کی توضیح نے اقبال کے خوبصورت ترین اشعار کو جنم دیا ہے۔ہو نہیں سکتا کہ چند شعر پڑھے بغیر آگے بڑھ جاؤں:

جلوۂ حق چشم من تنہا نخواست حسن را بے انجمن دیدن خطاست
چیست خلوت؟ درد و سوز و آرزو ست انجمن دید است و خلوت جستجو است
خلوت و جلوت کمال سوز و ساز ہر دو حالات و مقامات نیاز
گرچہ اندر خلوت و جلوت خدا است خلوت آغاز است و جلوت انتہا است
راہ حق با کارواں رفتن خوش است
ہمچو جاں اندر جہاں رفتن خوش است (۸۷)

آخری نکتہ یہ ہے کہ حیات ایک اور تقویم انسانی ایک ہے۔علم اور عشق کی دوئی محض غلط بینی ہے۔دونوں قوتیں ایک دوسرے کی معین و مددگار ہیں۔انسان ''نرا صاحب ادراک نہیں ہے،،۔جس خاک میں ادراک پایا جاتا ہے اسی میں ذوق تجلی بھی پنہاں ہے (۸۸) پھر یہ سراسر غلط ہے کہ جنوں ادراک کی ضد ہے۔

'' کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحب ادراک،، (۸۹)

اسی طرح عقل ذوق نگہ سے بیگانہ نہیں (۹۰)۔ عقل خود عشق کی قدر جانتی پہچانتی ہے۔ مقامِ جذب و شوق تک جبریل کی طرح لا کر چھوڑ جاتی ہے (۹۱)۔ خلاصہ یہ کہ ''جنوں قباست کہ موزوں بقاست خرد است،،(۹۲)

بات کل اتنی ہے کہ ''خرد واقف نہیں ہے نیک و بد سے،، (۹۳) فیصلہ نفع و ضرر (۹۴) اور عیار خوب و زشت (۹۵) وجدان کا کام ہے جسے قرآن کی اصطلاح میں 'معروف، کہا جاتا ہے یعنی جانی پہچانی بات جو دلیل سے مستغنی ہو، مافوق البرہان ہو اسی کو کہتے ہیں 'ام الکتاب۔ (۹۶) اگر وجدان عقل کے ساتھ ہو، نگاہ شوق شریک بینائی (۹۷) ہو تو پھر دونوں شبنم اور نسیم کی طرح غنچہ انسانیت کی تربیت میں برابر کی شریک ہوتی ہیں۔(۹۸) عقل سپر اور عشق شمشیر (۹۹) بن کر خودی کی حفاظت کرتا ہے۔ اسلئے ارسطو، رازی اور بیکن کی صحبت میں بیٹھ کر چراغ عقل کو خوب فروغ دیجئے (۱۰۰)، صرف اتنا یاد رہے کہ عقل چراغ رھگذر ہے، منزل تک پہونچنے میں مدد دیتی ہے، منزل نہیں، (۱۰۱) منزل کا تعین عشق کرتا ہے :

عقل اندر حکمِ دل یزدانی است — چوں ز دل آزاد شد شیطانی است(۱۰۲)

احوال واقعی میں عشق کی کرشمہ سازی اور عقل کے ذوق رہزنی (۱۰۳) کا تماشا کرنا ہو تو زمانہ' حال کی تین بڑی اسلامی تحریکوں کے آغاز و انجام پر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے۔ عرب میں وھابی تحریک، افریقہ میں سنوسی تحریک اور ھندوستان میں تحریک پاکستان۔ تینوں صورتوں میں آپ کو یہ نظر آئے گا کہ ایک محبوب ملتے ہی، ایک مدعا متعین ہوتے ہی عشق بے پروا اور بے دھڑک میدان میں آتا ہے۔ بقدر امکان زرہ پوشی بھی ہے۔ خاص طور پر سنوسیوں نے جانبازی و سر فروشی اور اقتصادی سرگرمی میں ہم آھنگی پیدا کرنے کی نہایت کامیاب کوشش کی۔ بالآخر پامردی' موسن یورپ کی مشینوں پر فتحیاب ہوئی اور اس کی یادگار تین سلطنتیں دنیا کے نقشہ پر موجود ہیں۔ لیکن آج یہ تینوں سلطنتیں ایک مجسم سوال ہیں :

''عشق کی تیغ جگر دار اڑالی کس نے؟،،

پھر یہ کہ علم کی خالی نیام بھی اپنی نہیں، مستعار لی ہوئی ہے۔(۱۰۴)

شواهد

(۱) سپاه تازہ برانگیزم از ولایت عشق

که در حرم خطرے از بغاوت خرد است
زمانه هیچ نداند حقیقت او را

جنوں قباست که موزوں بقامت خرد است
گماں مبر که خرد را حساب و میزان نیست
نگاه بندهٔ مومن قیامت خرد است (پس چه ۳)

(۲) ملاحظه هو میرا مقاله " A Study of Iqbal's Observations on Ijma' "— Iqbal Review. Karachi, October. 1962.

(۳) زبور ۲۱۷ -

(۴) بال ۱۱۳ -

(۵) درماں کجا که درد بدرماں فزوں شود
دانش تمام حیله و نیرنگ و سیمیائے
بے زور سیل کشتی آدم نمی رود
هر دل هزار عربده دارد به ناخدائے
(زبور ۱۹۳)

(۶) ملاحظه هو اسرار ۱۶ و ۳۷ -

(۷) رموز ۱۰۹ -

(۸) ملاحظه هو لاحق نمبر ۲۰ -

(۹) اک دانش نورانی، اک دانش برهانی
هے دانش برهانی حیرت کی فراوانی (بال ۳۱)

(۱۰) ''علم و عشق،، — ضرب ۱۳ - ۱۴ -

(۱۱) زماں زماں شکند آنچه می تراشد عقل
بیا که عشق مسلمان و عقل زناری است (زبور ۱۰۸)

(۱۲) شعله در آغوش دارد عشق بے پروائے من
برنخیزد یک شرار از حکمت نازائے من (پیام ۲۲۰)
هوئی نه عام جہاں میں کبھی حکومت عشق
سبب یه هے که محبت زمانه ساز نہیں (بال ۹۰)

(۱۳) عقل در کوہے شگافے می کند یا بگرد او طوافے می کند
کوہ پیش عشق چوں کاہے بود دل سریع اسیر چوں ماہے بود
(جاوید ۷۱)

(۱۴) ملاحظہ ہو لاحق نمبر ۹۷ -

(۱۵) ملاحظہ ہو لاحق نمبر ۳۶ -

(۱۶) عشق شبخونے زدن بر لامکاں
گور را نا دیدہ رفتن از جہاں (جاوید ۷۱)

(۱۷) زندگی کچھ اور شے ہے علم ہے کچھ اور شے
زندگی سوز جگر ہے علم ہے سوز دماغ
علم میں دولت بھی ہے قدرت بھی ہے لذت بھی ہے
ایک مشکل ہے کہ ہاتھ آتا نہیں اپنا سراغ (ضرب ۷۸)

(۱۸) ہمائے علم تا افتد بدامت یقیں کم کن، گرفتار شکے باش
عمل خواہی؟ یقیں را پختہ تر کن یکے جوئے و یکے بین و یکے باش
(پیام ۳۰)

(۱۹) عقل ندرت کوش و گردوں تاز چیست
ہیچ میدانی کہ ایں اعجاز چیست
زندگی سرمایہ دار از آرزوست
عقل از زائیدگان بطن اوست
دست و دندان و دماغ و چشم و گوش
فکر و تخییل و شعور و یاد و ہوش
زندگی مرکب چو در جنگاہ باخت
بہر حفظ خویش ایں آلات ساخت
آگہی از علم وفن مقصود نیست
غنچہ و گل از چمن مقصود نیست
علم از سامان حفظ زندگی است
علم از اسباب تقویم خودی است
علم و فن از پیش خیزان حیات
علم و فن از خانہ زادان حیات (اسرار ۱۷ - ۱۸)

(۲۰) علم از تحقیق لذت می برد
عشق از تخلیق لذت می برد (جاوید ۷۷)

(۲۱) سہ پہلو این جہان چون و چند است
خرد کیف و کم او را کمند است
جہان طوسی و اقلیدس است این
پئے عقل زمیں فرسا بس است این (زبور ۱۰۲)

(۲۲) عقل ورق ورق بگشت عشق به نکتهٔ رسید
طائر زیرکے برد دانهٔ زیر دام را (زبور ۹۷)

(۲۳) خرد ہوئی ہے زمان و مکاں کی زناری
نہ ہے زماں نہ مکاں ! لا الہ الا اللہ (ضرب ۷)

دماغم کافر زنار دار است بتان را بنده و پروردگار است
دلم را بیں که ناله از غم عشق ترا با دین و آئینم چه کار است
(پیام ۷۳)

(۲۴) حیات جاوداں اندر یقین است رہ تخمین وظن گیری، بمیری
(ارمغان ۱۰۹)

(۲۵) نیز ملاحظہ ہو ''علم و عشق،، (ضرب ۱۳-۱۴) -

عقل را سرمایه از بیم و شک است
عشق را عزم و یقیں لاینفک است (رموز ۱۲۶)

(۲۶) کجا آں لذت عقل غلط سیر اگر منزل رہ پیچاں ندارد
(پیام ۱۰۳)

(۲۷) زماں زماں شکند آنچه می ترا شد عقل
بیا که عشق مسلمان و عقل زناری است (زبور ۱۰۸)

(۲۸) عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ (بانگ ۳۲۲)

(۲۹) انجام خرد ہے بے حضوری ہے فلسفہ زندگی سے دوری
افکار کے نغمہ ہائے بے صوت ہیں ذوق عمل کے واسطے موت!
(ضرب ۱۰-۱۱)
''عشق سراپا حضور، علم سراپا حجاب،، (ضرب ۱۳)

(۳۰) خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں (بال ۷۰)

(۳۱) تڑپ رہا ہے فلاطوں میان غیب و حضور
ازل سے اہل خرد کا مقام ہے اعراف
ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف
سرور و سوز میں ناپائدار ہے ورنہ
مئے فرنگ کا تہ جرعہ بھی نہیں ناصاف! (بال ۱۱۲)

(۳۲) آہ یہ عقل زیاں اندیش کیا چالاک ہے!
اور تاثر آدمی کا کس قدر بے باک ہے! (بانگ ۱۷۵)

(۳۳) پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی
بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
عشق فرسودۂ قاصد سے سبک گام عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیٔ پیغام ابھی (بانگ ۳۱۸)

(۳۴) یا حیرت فارابی یا تاب و تب رومی
یا فکر حکیمانہ یا جذب کلیمانہ
یا عقل کی روباہی یا عشق ید اللہی
یا حیلۂ افرنگی یا حملۂ ترکانہ (بال ۹۸)
تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سحر قدیم
گذر اس عہد میں ممکن نہیں بے چوب کلیم
عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بیچارہ نہ ملا ہے نہ زاھد نہ حکیم (بال ۸۸)

(۳۵) نشان راہ ز عقل ہزار حیلہ مپرس
بیا کہ عشق کمالے زیک فنی دارد
فرنگ گرچہ سخن با ستارہ می گوید
حذر کہ شیوۂ او رنگ جو زنی دارد (پیام ۱۹۴)

چہ کنم کہ عقل بہانہ جو گرہ بہ روئے گرہ زند
نظرے! کہ گردش چشم تو شکند طلسم مجاز را

نرسد فسون گری خرد به تپیدن دل زندۂ
ز کنشت فلسفیان در آ بحریم سوز و گداز من
(پیام ۲۰۸)

اگرچه عقل فسون پیشه لشکرے انگیخت
تو دل گرفته نباشی که عشق تنہا نیست (پیام ۱۸۸)
اس جنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا
جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش (ضرب ۸۳)
اگرچه عقل فسون پیشه لشکرے انگیخت
تو دل گرفته نباشی که عشق تنہا نیست (جاوید ۱۳۵)
(۳۶) تا خرد پیچید تر بر رنگ و بو ست
مي رود آهسته اندر راه دوست
کارش از تدریج مي یابد نظام
من ندانم کے شود کارش تمام (جاوید ۱۵)
(۳۷) عاشقاں خود را به یزداں مي دهند
عقل تاویلی بقرباں مي دهند (جاوید ۱۸)
(۳۸) اک دانش نورانی، اک دانش برہانی
ہے دانش برہانی حیرت کی فراوانی (بال ۳۱)

(۳۹) بانوریاں بگو که ز عقل بلند دست
ما خاکیاں بروش ثریا سواره ایم
درعشق غنچه‌ایم که‌لرزد زباد صبح
درکار زندگی صفت سنگ خاره‌ایم (پیام ۲۱۳)
(۴۰) گریز آخر ز عقل ذوفنوں کرد
دل خود کام را از عشق خوں کرد
ز اقبال فلک پیما چه پرسی
حکیم نکته داں ما جنوں کرد (پیام ۹۲)
(۴۱) آه درونه تاب کو، اشک جگر گداز کو
شیشه بسنگ مي زنم عقل گره کشائے را (پیام ۱۹۳)
(۴۲) زهره گرفتار من، ماه پرستار من
عقل کلاں کار من بهر جهاں داور گیر (پیام ۱۰۰)
(۴۳) مقام فکر ہے پیمائش زمان و مکاں
مقام ذکر ہے سبحان ربی الاعلی (ضرب ۱۶)

(۴۴) یہ عقل جو مہ و پرویں کا کھیلتی ہے شکار
شریک شورش پنہاں نہیں تو کچھ بھی نہیں
تواں گرفت ز چشم ستارہ مردم را
خرد بدست تو شاہین تند و چالاک است (زبور ۱۱۱)

(۴۵) و (۴۶) ... ملاحظہ ہو سابقہ (۱۹)

(۴۷) عقل آدم بر جہاں شبخوں زند — عشق او بر لامکاں شبخوں زند
(جاوید ۹)

فطرت کو خرد کے روبرو کر — تسخیر جہان رنگ و بو کر
(بال ۸۶)

(۴۸) شعلہ خود در شرر تقسیم کرد — جز پرستی عقل را تعلیم کرد
(اسرار ۱۳)

(۴۹) اید را عقل ما نا سازگار است — یکی، از کبرو دار او ہزار است
چوانگ است او سکوں را دوست دارد — نہ بیند مغز و دل بر پوست دارد
(زبور ۲۱۶)

(۵۰) خرد را از حواس آید متاعے — فغاں از عشق می گیرد شعاعے
خرد جز را فغاں کل را بگیرد — خرد میرد فغاں ہرگز نمیرد
خرد بہر اید ظرفے ندارد — نفس چوں سوزن ساعت شمارد
ترا شد زور ہا شب ہا سحر ہا — نگیرد شعلہ و چند شرر ہا
فغان عاشقاں انجام کارے است — نہاں در یک دم او روزگارے است
(زبور ۲۲۹)

پیدا ہے فقط حلقہ ارباب جنوں میں — وہ عقل کہ پا جاتی ہے شعلے کو شرر سے
جس معنی پیچیدہ کی تصدیق کرے دل — قیمت میں بہت بڑھ کے ہے تابندہ گہر سے
یا مردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار — جو فلسفہ لکھا نہ گیا خون جگر سے
(ضرب ۳۷)

(۵۱) در بود و نبود من اندیشہ گمانہا داشت
از عشق ہویدا شد، ایں نکتہ کہ ہستم من (پیام ۱۷۹)

(۵۲) زندگی بر آرزو دارد اساس خویش را از آرزوئے خود شناس

(۵۳) چشم وگوش وهوش تیز از آرزو مشت خاکے لاله خیز از آرزو
آب و گل را آرزو آدم کند آرزو ماوا از خود محرم کنـد
(مسافر ۔ ۱۰۱)

(۵۴) نه هو طغیان مشتاق تو میں رهتا نهیں باقی
که میری زندگی کیا هے؟ یهی طغیان مشتاق (بال ۸۰)

(۵۵) عشق آئین حیات عالم است امتزاج سالمات عالم است
(رموز ۱۳۹)

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دمبدم
آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا هے عشق
شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاهی کا نم (بال ۱۵)

(۵۶) ازاں بگریختم از مکتب او که در ریگ حجازش زمزمے نیست

(۵۷) فقر بخشی؟ با شکوه خسرو پرویز بخش
یا عطا فرما خرد با فطرت روح الامین
یا چناں کن یا چنیں!
(زبور ۳۰)

ایں تماشا خانه سحر سامری است
علم بے روح القدس افسوں گری است (جاوید ۴)

(۵۸) من بندهٔ آزادم عشق است امام من
عشق است امام من عقل است غلام من (زبور ۱۹۷)
صبح ازل یه مجھ سے کہا جبرئیل نے
جو عقل کا غلام هو وه دل نه کر قبول! (ضرب ۱۷)
دل هو غلام خرد یا که امام خرد
سالک رہ هوشیار سخت هے یه مرحله! (بال ۴۰۱)

(۵۹) فلسفی ایں رمز کم فهمیده است فکر او بر آب و گل پیچیده است
دیده از قندیل دل روشن نکرد پس ندید الا کبود وسرخ و زرد
(پس چه ۹)

نگہ الجھی ہوئی ہے رنگ و بو میں خرد کھوئی گئی ہے چار سو میں
نہ چھوڑ اے دل فغان صبح گاہی اماں شاید ملے اللہ ہو میں
(بال ۵۹)

(۶۰) خرد زنجیری امروز و دوش است پرستار بتان چشم و گوش است
و
(۶۱) صنم در آستیں پوشیدہ دارد برہمن زادۂ زنار پوش است
(پیام ۳۳)

حلاج

(۶۲) علم بر بیم و رجا دارد اساس عاشقاں را نے امیدونے ہراس!
علم ترساں از جلال کائنات عشق غرق اندر جمال کائنات
علم را بر رفتہ و حاضر نظر عشق گوید آنچہ می آید نگر!
علم پیمان بستہ با آئین جبر چارۂ او چیست غیر از جبر و صبر!
عشق آزاد و غیور و ناصبور در تماشائے وجود آمد جسور!
(جاوید ۱۳۹)

(۶۳) نشیمن ہر دو را در آب و گل لیکن چہ راز است ایں
خرد را صحبت گل خوشتر آید، دل کم آمیز است (زبور ۱۷)

(۶۴) علمے کہ تو آموزی مشتاق نگاہے نیست
واماندۂ راہے ہست آوارۂ راہے نیست (زبور ۱۰۰)

(۶۵) دانش و دین و علم وفن بندگی ہوس تمام
عشق گرہ کشائے کا فیض نہیں ہے عام ابھی (بال ۱۰۸)

آں شنیدستی کہ ہنگام نبرد عشق با عقل ہوس پرور چہ کرد
(رموز ۱۲۶)

در عشق و ہوسناکی دانی کہ تفاوت چیست
آں تیشۂ فرہاد ے ایں حیلۂ پرویزے (پیام ۱۹۱)
حدیث عشق بہ اہل ہوس چہ می گوئی
بچشم مور مکش سرمۂ سلیمانی (پیام ۱۵۹)

(۶۶) عشق طینت میں فرومایہ نہیں مثل ہوس
پر شہباز سے ممکن نہیں پرواز مگس (ضرب ۱۷۳)

(۶۷) عقل خود بیں غافل از بہبود غیر سود خود بیند نہ بیند سود غیر
وحی حق بینندۂ سود ہمہ در نگاہش سود و بہبود ہمہ
(جاوید ۷۸)

(۶۸) عقلے کہ جہاں سوزد، یک جلوۂ بیباکش
از عشق بیا سوزد، آئین جہانتابی (پیام ۱۰۶)

(۶۹) عقل خود بیں دگر و عقل جہاں بیں دگر است
(پیام ۲۲۸)

دل من روشن از سوز درون است — جہاں بیں چشم من از اشک خون است
ز رمز زندگی بیگانہ تر باد — کسے کو عشق را گوید جنون است
(پیام ۱۲)

(۷۰) خرد دیکھے اگر دل کی نگہ سے — جہاں روشن ہے نور لا الہ سے
فقط اک گردش شام و سحر ہے — اگر دیکھیں فروغ مہر و مہ سے
(ارمغان ۲۰۰)

(۷۱) در جہان کیف و کم گردید عقل — پے بہ منزل برد از توحید عقل
ورنہ ایں بے چارہ را منزل کجاست — کشتیٔ ادراک را ساحل کجاست
(رموز ۱۰۴ - ۱۰۵)

(۷۲) بے تجلی زندگی رنجوری است — عقل مہجوری و دیں مجبوری است
(جاوید ۵)

(۷۳) عقل و دل و نگہ کا مرشد اولیں ہے عشق
عشق نہ ہو تو شرع و دیں بتکدۂ تصورات (بال ۱۰۳)

عشق ہم خاکستر و ہم اخگر است — کار او از دین و دانش برتر است
(جاوید ۱۸)

اک شرع مسلمانی، اک جذب مسلمانی
ہے جذب مسلمانی سر انکے الافلاک!
اے رہرو فرزانہ بے جذب مسلمانی
نے راہ عمل پیدا نے شاخ یقیں نمناک (بال ۶۳)

(۷۴) دل از منزل تہی کن با بہرہ دار — نگہ را پاک مثل مہر و مہ دار
متاع عقل و دیں با دیگراں بخش — غم عشق از بدست افتد نگہ دار
(پیام ۵۶)

(۷۵) ارمغان ۱۰۴ -

(۷۶) آگہی از علم و فن مقصود نیست — غنچہ و گل از چمن مقصود نیست
علم از سامان حفظ زندگی است — علم از اسباب تقویم خودی است
علم و فن از پیش خیزان حیات — علم و فن از خانہ زادان حیات
(اسرار ۱۸)

(۷۷) ایک سر مستی و حیرت ہے سراپا تاریک
ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگاہی (بال ۱۰۹)

(۷۸) اک جنوں ہے کہ باشعور بھی ہے اک جنوں ہے کہ باشعور نہیں
(بال ۹۵)

(۷۹) ترے دشت و در میں مجھ کو وہ جنوں نظر نہ آیا
کہ سکھا سکے خرد کو رہ و رسم کارسازی ! (ضرب ۲۷)

زندگی را شرع و آئین است عشق
اصل تہذیب است دیں دین است عشق !
ظاہر او سوزناک و آتشیں
باطن او نور رب العالمیں !
از تب و تاب درونش علم و فن
از جنون ذوفنونش علم و فن !
(جاوید ۱۲۹-۱۳۰)

(۸۰) کبھی آوارہ و بے خانماں عشق
کبھی شاہ شہاں نوشیرواں عشق
کبھی میداں میں آتا ہے زرہ پوش
کبھی عریان و بے تیغ و سناں عشق (بال ۲)

(۸۱) بود نقش ہستیم انگارۂ نا قبولے نا کسے نا کارۂ
عشق سوہاں زد مرا آدم شدم عالم کیف و کم عالم شدم
(اسرار ۱۰)

(۸۲) ز عشق درس عمل گیرد ہرچہ خواہی کن
کہ عشق جوہر ہوش است و جان فرہنگ است (پیام ۱۷۸)
چشم و گوش و ہوش تیز از آرزو
مشت خاکے لالہ خیز از آرزو (مسافر ۱۱)

(۸۳) غربیاں را زیرکی ساز حیات شرقیاں را عشق راز کائنات
(جاوید ۱۷)

(۸۴) عشق اب پیروی عقل خدا داد کرے
آبرو کوچہ جاناں میں نہ برباد کرے
کہنہ پیکر میں نئی روح کو آباد کرے
یا کہن روح کو تقلید سے آزاد کرے (ضرب ۱۰۱)

(۸۵) بیا کہ غلغلہ در شہر دلبراں فگنیم
جنون زندہ دلاں ہرزہ گرد صحرا نیست (پیام ۱۸۹)

(۸۶) زجاج گر کی دکاں شاعری و ملائی
ستم ہے خوار پھرے دشت و در میں دیوانہ!
کسے خبر کہ جنوں میں کمال اور بھی ہیں
کریں اگر اسے کوہ و کمر سے بیگانہ!
ہجوم مدرسہ بھی سازگار ہے اس کو
کہ اس کے واسطے لازم نہیں ہے ویرانہ! (ضرب ۱۰۰)

(۸۷) جاوید ۲۰۵ -
بچشمے خلوت خودرا بہ بیند بچشمے جلوت خودرا بہ بیند
اگر یک چشم بر بندد گناہے است اگر باہر دو بیند شرط راہے است
(زبور ۲۰۸)
کبھی تنہائی کوہ و دمن عشق کبھی سوز و سرور و انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر کبھی مولا علی خیبر شکن عشق
(بال ۲۲)

(۸۸) ہے ذوق تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل! تو نرا صاحب ادراک نہیں ہے
وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن
پرکار و سخن ساز ہے! نمناک نہیں ہے (بال ۵۲)

(۸۹) بھی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا؟
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بے باک!
زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعل راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحب ادراک! (بال ۹۷)

(۹۰) چشمش از ذوق نگہ بیگانہ نیست
لیکن او را جرأت رندانہ نیست! (جاوید ۲۱)
عقل ہم عشق است و از ذوق نگہ بیگانہ نیست
لیکن این بے چارہ را آں جرأت رندانہ نیست! (زبور ۳۶)

(۹۱) علم تفسیر جہان رنگ و بو دیدہ و دل پرورش گیرد ازو
بر مقام جذب و شوق آرد ترا باز چوں جبریل بگذارد ترا!
(جاوید ۲۲۲)

(۹۲) زمانہ ہیچ نداند حقیقت او را
جنوں قباست کہ موزوں بقامت خرد است
گماں مبر کہ خرد را حساب و میزان نیست
نگاہ بندۂ مومن قیامت خرد است

(پس چہ ۳)

زیرکی از عشق گردد حق شناس
کار عشق از زیرکی محکم اساس
عشق چوں با زیرکی ہمبر شود
نقشبند عالم دیگر شود (جاوید ۷۱)

(۹۳) خرد واقف نہیں ہے نیک و بد سے بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے
خدا جانے مجھے کیا ہوگیا ہے خرد بیزار دل سے دل خرد سے
(بال ۲۸)

(۹۴) ضرب ۶۷، ۶۸ -

(۹۵) علم اشیاء خاک ما را کیمیاست
آہ! در افرنگ تاثیرش جدا است
عقل و فکرش بے عیار خوب و زشت
چشم او بے نم، دل او سنگ و خشت (پس چہ ۷۵)

(۹۶) علم ہے ابن الکتاب، عشق ہے ام الکتاب (ضرب ۴۱)
ز رازی معنیٔ قرآں چہ پرسی ضمیر ما بآیاتش دلیل است
خرد آتش فروزد، دل بسوزد ہمیں تفسیر نمرود و خلیل است
(پیام ۳۷)

(۹۷) کچھ اور ہی نظر آتا ہے کاروبار جہاں
نگاہ شوق اگر ہو شریک بینائی (ضرب ۱۰۹)

چہ می پرسی میان سینہ دل چیست خرد چوں سوز پیدا کرد دل شد
دل از ذوق تپش دل بود لیکن چو یک دم از تپش افتاد گل شد
(پیام ۳۰)

(۹۸) وہ علم اپنے بتوں کا ہے آپ ابراھیم
کیا ہے جسکو خدا نے دل و نظر کا ندیم
زمانہ ایک، حیات ایک، کائنات بھی ایک
دلیل کم نظری قصۂ جدید و قدیم

چمن میں تربیتِ غنچہ ہو نہیں سکتی
نہیں ہے قطرۂ شبنم اگر شریکِ نسیم
وہ علم کم بصری جس میں ہم کنار نہیں
تجلیاتِ کلیم و مشاہداتِ حکیم

(ضرب ۹۱)

ز روزِ آفرینش ہمدمِ استیم ہماں یک نغمہ را زیر و بم استیم
(محاورہ علم و عشق پیام ۱۱۲)

(۹۹) عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری
مرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری (بانگ ۲۳۲)

(۱۰۰) زمانے با ارسطو آشنا باش دلے با سازِ بیکن ہم نوا باش
و لیکن از مقامِ شاں گذر کن مشو گم اندریں منزل، سفر کن
باں عقلے کہ داند بیش و کم را شناسد اندرونِ کان و یم را
جہانِ چند و چوں زیرِ نگیں کن بگردوں ماہ و پرویں را مکیں کن
و لیکن حکمتِ دیگر بیاموز رہاں خود را ازیں مکرِ شب و روز
مقامِ تو بروں از روزگار است طلب کن آں یمیں کو بے یسار است
(زبور ۲۱۸)

ز رازی حکمتِ قرآں بیاموز چراغے از چراغِ او بر افروز
ولے ایں نکتہ را از من فراگیر کہ نتواں زیستن بے مستی و سوز
(ارمغان ۹۵)

بہ روئے عقل و دل بکشائے ہر در بگیر از پیرِ ہر میخانہ ساغر
دراں کوش از نیاز سینہ پرور کہ دامن پاک داری آستیں تر
(ارمغان ۱۱۱)

(۱۰۱) ترے سینے میں دم ہے دل نہیں ہے ترا دل گرمیِ محفل نہیں ہے
گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور چراغِ راہ ہے منزل نہیں ہے
(بال ۱۱۹)

خرد سے راہرو روشن بصر ہے خرد کیا ہے چراغِ رہگذر ہے
درونِ خانہ ہنگامے ہیں کیا کیا چراغِ رہگذر کو کیا خبر ہے
(بال ۱۲۰)

عقل است چراغِ تو در راہگذارے نہ
عشق است ایاغِ تو با بندۂ محرم زن (زبور ۱۰۷)

(۱۰۲) پس چه ۵۸ - (ایضاً جاوید ۱۹۷)

علم بے عشق است از طاغوتیان علم با عشق است از لاهوتیان !
(جاوید ۸۳)

(۱۰۳) فریب کشمکش عقل دیدنی دارد که میر قافله و ذوق رهزنی دارد
(پیام ۱۹۴)

(۱۰۴) عشق کی تیغ جگر دار اڑالی کس نے؟
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی!
(بال ۱۷)

گرچہ مکتب کا جوان زندہ نظر آتا ہے
مردہ ہے! مانگ کے لایا ہے فرنگی سے نفس!
(ضرب ۱۷۳)